Open Access
Received 18Feb 2021 Accepted 25Feb 2021
ISSN E: 2790-7694, ISSN P: 2790-7686
http://www.al-asr.pk

قومی اداروں میں اجتماعیت کی ضرورت اور اس کے قیام کے اصول

The Need for National Unity and the Underlying Principles for its Establishment in the State Institutions.

Dr. Shahida Naumani
Director Shauoor Welfare Society Lahore
info@shauoor.org.pk

Khalda Farkh
Ph.D. Scholar,ICBS,Lahore
fawazwaseem1@gmail.com

ABSTRACT

Islam has a congregational nature 'Ijtemaiyat' in itself. Societal life is inevitable for the survival of life. A man was bestowed upon the status of regent 'KhilafateArzi' and to shoulder this task efficiently, it was ordered "Hold fast together the rope of Allah 'HabLillah' and divide not among them". And to maintain unity it was further ordered, "ALLAH created 'MuaddahwaRahmah' love and affection among you".This article discusses the need and the principles for the societal congregation in contemporary times.

Keywords: Knowledge, Social, Civilization, Humanity

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ)(۱)

”ہم نے فرمایا: تم سب جنت سے اتر جاؤ، پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو بھی میری ہدایت کی پیروی کرے گا، نہ ان پر کوئی خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔“

یہ آیت کریمہ لفظی اور معنوی لحاظ سے ہمیں اسلام کے تصور اجتماعیت کی طرف متوجہ کرتی ہے کہ اهبطوا منها جميعا ھبوط اترنے کا عمل سب کے سب افراد سے صادر ہو پھر ہدایت ربانی کی پیروی ہے۔ یہ عمل بھی اگر اجتماعیت کے ساتھ جاری و ساری رہے تو نفع مند ہے اور اپنے اجتماعی تقاضے عمدگی کے ساتھ پورے کر سکتا ہے اور قرآن نے اسی جانب متوجہ کرتے ہوئے بیان کیا ہے:

(وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا)(2)

”تم سب کے سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور باہم تفرقہ و انتشار کا عمل مت اختیار کرو۔“

یہ آیہ کریمہ ہمیں اجتماعیت کے جذبے اور عمل کو اختیار کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ اسلام کی تعلیمات کا غالب پہلو اجتماعیت کا قیام اور اجتماعیت کا فروغ ہے۔ اس لیے انسان کی زندگی کی ہر بنیاد اور اساس ہمیں اجتماعیت کے طرز عمل کو اپنانے کی ترغیب دیتی ہے۔ ایک انسان اور ایک مسلمان کی زندگی میں اجتماعیت کی پہلی بنیاد قیام خاندان سے نظر آتی ہے۔ اور اسی عمل سے انسان میں معاشرت پسندی ظاہر ہوتی ہے۔ انسانی معاشرت اور اجتماعیت کی پہلی اکائی مرد اور عورت کا نکاح کے عمل میں وابستہ ہونا ہے۔

اس لیے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

(وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً)(3)

”اور یہ (بھی) اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کیے تاکہ تم ان کی طرف سکون پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔“

باری تعالی نے انسان کو دو صنفوں میں پیدا کیا ہے۔ ایک صنف کو مرد اور دوسری کو عورت بنایا ہے جن کی بناوٹ کا بنیادی فارمولا ایک ہے مگر دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ دونوں کی جسمانی ساخت میں فرق ہے۔ دونوں کی ذہنی اور انفسی صفات میں امتیاز ہے اور دونوں مختلف جذبات اور داعیات رکھتے ہیں۔ اس کے باوجود حیرت انگیز حد تک ان میں باہم مناسبت پائی جاتی ہے۔ اس لیے یہ ایک دوسرے کا جوڑ ہیں اور ان کا ایک دوسرے کا جوڑ ہونا اور ایک دوسرے کی ضرورت ہونا ہی ان کی اجتماعیت کی بنیاد ہے اور اس جوڑ اور اجتماعیت کو قائم رکھنے کے لیے باری تعالی نے اپنی صفت آفرینش کا بھی عجب مظاہرہ فرمایا ہے۔ وہ رب لڑکے اور لڑکیاں، مرد اور عورت کو ایک خاص تدبیر سے پیدا کرتا رہا ہے اور دونوں کی پیدائش ایک خاص تناسب ہو رہی ہے۔

ایسا نہیں ہوا کسی خطے میں اس نے صرف مرد پیدا کردیے ہیں اور کسی دوسرے علاقے میں صرف اس نے عورتیں پیدا کردی ہیں۔ ہزارہا سال سے کروڑوں اور اربوں انسانوں کی پیدائش میں یہ تدبیر و انتظام بڑے ہی تناسب کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ مرد اور عورت کو فطرت کے مطابق ایک دوسرے کی طلب اور مانگ بنا کر اجتماعیت اور خاندان کی بنیاد رکھی ہے۔

قرآن حکیم نے انسانی اجتماعیت کی پہلی بنیاد کو دو اصولوں پر قائم کیا ہے۔ ایک ہے محبت و مودت اور دوسرا ہے شفقت و رحمت۔

مرد اور عورت کی یہی محبت اور مودت ہی ہے جو نسل انسانی کے ارتقاء کا باعث بنتی ہے اور مرد اور عورت کو ذریت کی نعمت عطا ہوتی ہے اور یہی عامل ہی ان کے باہمی جذب و کشش کی بنیاد اور محرک بنتا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ جوڑے رکھتا ہے۔ حتی کہ ایک دوسرے کو باہم ایک وجود کے طور پر متعارف کرادیتا ہے اور اپنی پہچان میں ایک دوسرے کو باہم چسپاں کر دیتا ہے۔

اس تعلق ازدواج میں دوسری چیز جو اجتماعیت کی بنیاد بنتی ہے وہ ان دونوں کا ایک دوسرے پر مہربان ہونا ہے اور ان میں رحمت کے مادے کا پایہ جانا ہے۔ میاں بیوی میں رحمت ایک مہربان تعلق کا بھی نام ہے جو انسان کی ازدواجی زندگی میں

آہستہ آہستہ اور بتدریج ابھرتا اور بڑھتا ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے کے خیر خواہ ہوجاتے ہیں اور ایک دوسرے کے ہمدرد اور غم خوار نظر آتے ہیں اور ایک دوسرے کے لیے شریک رنج اور راحت ہوجاتے ہیں اور ان کی یہ باہمی محبت اور باہمی مہربانی اس حد تک بڑھتی ہے کہ ان کے بڑھاپے میں یہ ان کی نوجوانی کی محبت پر بھی سبقت لے جاتی ہے۔ یہ انتہائی درجے تک ایک دوسرے کے حق میں شفیق و رحیم ہوجاتے ہیں۔

ایک دوسرے سے باہمی محبت و مودت اور ایک دوسرے سے باہمی رحمت و شفقت یہ دو وصف اور دو قوتیں ہیں جو انسان کے اندر اجتماعیت کے وصف کو فروغ دیتی ہیں۔ انسان اپنی زندگی میں اضطرابی کیفیات رکھنے والا ہے اور یہ اپنے اضطراب میں ہر حال میں سکون چاہتا ہے۔ اس کے اضطراب کو دور کرنے کے لیے سب سے پہلی صورت تصور اجتماعیت کی اساس رشتہ ازدواج اور نسبت مناکحت ہے۔ یہ رشتہ انسان کے اضطراب کو ختم کرکے دو انسانوں کو اکٹھا، یکجا کر دیتا ہے۔

حتی کہ ان کو ایک دوسرے کا مستقل رفیق بنا دیتا ہے۔ دو الگ ماحولوں میں پرورش پانے والے یہ دونوں اجنبی ایک دوسرے کے مونس اور غم خوار بن جاتے ہیں اور عمر بھر زندگی کی منجدھار میں اپنی کشتی کو محبت و مودت اور رحمت و شفقت کے ساتھ کھینچتے رہتے ہیں۔ اجتماعیت کی اس بنیاد کا ذکر قرآن حکیم یوں کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

(وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا)(۴)

"اور وہی ہے جس نے پانی (کی مانند ایک نطفہ) سے آدمی کو پیدا کیا پھر اسے نسب اور سسرال (کی قرابت) والا بنایا۔"

اسلام نے اجتماعیت کی پہلی بنیاد زوجین کو قرار دیا ہے اور اب اسے بڑھاتے ہوئے اور اس میں اضافہ کرتے ہوئے اسے نسب و سسرال کے رشتوں میں توسیع دے دی ہے۔ زوجین اجتماعیت کی پہلی اکائی اور پہلی اساس ہیں نسب اور سسرال اسی پہلی اکائی زوجین کی وسعت کا نام ہے اور اسلام اس تصور اجتماعیت میں

مزید وسعت پیدا کرتا ہے۔ اب اس کے دائرہ کار کو مزید بڑھاتے ہوئے خاندان سے نکال کر قریبی رشتے داروں اور عام پڑوسیوں اور معاشرے کے محتاجوں اور بے سہاروں تک پھیلا دیتا ہے اور اس تصور اجتماعیت کی ایک جہت معنوی ہے اور دوسری جہت حسی ہے اور یوں یہ تصور اجتماعیت اپنے اندر آفاقانہ حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ رب العزت نے اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

(وَاعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ)(5)

"اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں (سے) اور نزدیکی ہمسائے اور اجنبی پڑوسی اور ہم مجلس اور مسافر (سے)، اور جن کے تم مالک ہو چکے ہو، (ان سے نیکی کیا کرو)۔"

اس آیہ کریمہ میں والدین، قریبی رشتہ داروں، ہمسایوں، غلاموں اور خادموں کا ذکر خاندان کے تصور کو وسعت دیتا ہے اور ان کے تعلق اجتماعیت کو ثابت کرتا ہے۔ اللہ کی عبادت اور اس کی شان توحید بلاشبہ ایک مذہبی عمل ہے باعث اجر و ثواب ہے مگر والدین رشتے داروں اور ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک انسان کے حسن اخلاق کا آئینہ دار ہے۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ حسن خلق کو بھی ایک اخلاقی اور دینی اصول کے طور بیان کیا جارہا ہے۔ جس سے مشیت ایزدی کا پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے بندوں میں اجتماعیت کے تصورات کو کس قدر اہمیت دیتی ہے۔

اسلام کے تصور اجتماعیت کی یہ جہت سفلہ ہے اور اس تصور کی جہت علیہ یہ ہے کہ باری تعالی نے انسانوں کے اجتماعی معاملات اور مفادات کے تحفظ کے لیے ان میں بہتر نظم و نسق جاری کرنے کے لیے اور ان کو اپنے اپنے فرائض بحسن و خوبی سرانجام دینے کے لیے اور اپنے احکام پر عملداری کے لیے اجتماعیت کے تصور کے تحت ایک نظام خلافت بپا کیا ہے۔ جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن نے بیان کیا ہے:

(وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً)(6)

"وہ وقت یاد کیجئے جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ضرور زمین میں اپنا نائب بناؤں گا۔"

باری تعالیٰ کی طرف سے یہ نیابت اور خلافت اسلام کے تصور اجتماعیت کی بنیاد ارفع اور اساس رفیعہ ہے۔ انسان اللہ کی زمین کو بساتا بھی ہے اور نسل انسانی کی اپنے احساس اجتماعیت کے تحت تنظیم بھی کرتا ہے۔ انسانی زندگی کے ہر شعبے کی تنظیم اور اس کا نظم و نسق تصور اجتماعیت کو فروغ دیتا ہے۔ اس لیے حضرت داؤد علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا:

(يَا دَاوُودُ إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ)(7)

"اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے۔"

اسلام نے اجتماعیت اور معاشرت کی بنیاد، نظریہ اور فکر کو قرار دیا ہے جبکہ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں اجتماعیت معاشرت کے حوالے سے دیگر عوامل بھی ہیں۔ کبھی جغرافیائی عوامل کارگر ہوتے ہیں اور ایک خطے سے تعلق رکھنے والے لوگ اجتماعیت کو تشکیل دیتے ہیں۔ کبھی نفسی و جنسی عوامل موثر ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں ایک خاندان ظہور پذیر ہوتا ہے اور کبھی نفسیاتی عوامل اپنی اثر پذیری دکھاتے ہیں جس کی وجہ سے نوعی وحدت کا احساس اور دشمن کا خوف اجتماعیت کو پروان چڑھاتا ہے۔

کبھی پیشہ وارانہ عوامل نتیجہ خیز ہوتے ہیں اور ایک پیشے سے تعلق رکھنے والے اپنی اجتماعیت کو تشکیل دیتے ہیں۔ کبھی لسانی عوامل اپنا اثر دکھاتے ہیں۔ زبان کی بنیاد پر ایک اجتماعیت منصہ شہود پر ظاہر ہوتی ہے اور کبھی مذہب کا عنصر موثر ہوتا ہے اور ایک نظریاتی اجتماعیت تشکیل پاتی ہے۔

انسانوں کے درمیان اجتماعیت ایک ضرورت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ گویا اس اعتبار سے ہم کہہ سکتے ہیں کچھ اجتماعیت کے عوامل ضروریہ بھی ہیں جو اجتماعیت کی تشکیل اور تعمیر کا باعث بنتے ہیں۔ ان میں سے ایک ذاتی تحفظ ہے، جس کا

مطلب ہے ہر انسان کے اندر زندہ رہنے کی خواہش ہے جس کے لیے اسے خوراک کی ضرورت ہے، لباس، مکان اور صحت کی ضرورت ہے۔

اسی طرح دوسرا عامل ضروریہ اجتماعیت کے لیے یہ ہے کہ ہر انسان بقائے نسل اور بقائے نوع کی خواہش بھی رکھتا ہے۔ جس کے لیے وہ ازدواجی عمل سے گذرتا ہے جو اولاد کی نعمت چاہتا ہے۔ خاندانی محبت چاہتا ہے۔ اقرباء کی ضروریات کی تکمیل چاہتا ہے اور اسی طرح تیسرا عامل ضروریہ یہ ہے کہ ہر انسان اظہار ذات چاہتا ہے اور شخصی وقار کا تحفظ چاہتا ہے۔ ایسے اعمال اپنی زندگی میں اختیار کرتا ہے۔ جس سے اس کی شخصیت کا اظہار ہوتا ہے۔ کوئی اظہار شخصیت کے لیے شکار کا سہارا لیتا ہے اور کوئی اظہار ذات کے لیے کھیل کو اختیار کرتا ہے کوئی اظہار شخصیت کے لیے اوراظہار برتری کے لیے کسی اور فن کا انتخاب کرتا ہے۔ معاشرہ ایک فرد کے لیے چیلنج ہوتا ہے اور وہ جذبہ تفوق کے ذریعے اسے مسخر کرنا چاہتا ہے۔ وہ دوسروں کی توجہ اور محبت کا مرکز بننا چاہتا ہے اور اسی طرح ہر انسان اپنے اندر شہوات بدنیہ بھی رکھتا ہے وہ غیض و غضب کا شکار ہوتا ہے اور وہ دوسروں سے اپنی ناکامیوں اور اپنی خواہشات سے محرومیوں کا انتقام بھی لینا چاہتا ہے اور اسے اپنی خواہشات کی دنیا میں سکون و طمانیت بھی درکار ہوتی ہے اسکے اندر رفاقت کی حس بھی پائی جاتی ہے۔ جس کے تحت وہ اکٹھے رہنا دوستی قائم کرنا، تعاون لینا اور دینا اور باہمی مشارکت کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ اسی طرح وہ کچھ اور خواہشات بھی اپنے اندر رکھتا ہے۔

وہ فتح و کامرانی چاہتا ہے وہ جاہ و شرف کا بھی خواہشمند ہوتا ہے وہ تحصیل مال کی بھی رغبت رکھتا ہے۔ اپنے تعلق عمرانی میں ترقی اور فروغ بھی چاہتا ہے۔ یہ سارے عوامل ضروریہ انسان کے اندر اجتماعیت کا جذبہ اور ولولہ پیدا کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اجتماعیت کے تصورات میں ڈھلتا چلا جاتا ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے اور یہ انسان میں اپنی تعلیمات کے ذریعے اجتماعی شعور کو فروغ دیتا ہے اور اسلام انسانوں کے باہمی میل جول سے پیدا ہونے والی اجتماعیت کو تسلیم کرتا ہے اور اس میں معاونت کا باعث بھی بنتا ہے اور اس اجتماعیت کو فطری اصولوں کے موافق کرتا ہے اور اس اجتماعیت کو مضبوط اور مستحکم بنیادیں فراہم کرتا ہے اور ان

عوامل کا قلع قمع کرتا ہے جو اجتماعیت میں بگاڑ اور فساد کا باعث بنتے ہیں یا اس اجتماعیت کو محدود یا غیر مفید کرتے ہیں۔ اسلام فرد کی اجتماعیت کو مسلم اجتماعیت میں بدلتا ہے اور غیر مفید جمیعتوں سے اسے چھٹکارا دیتا ہے جیسے اسلام وحدت نسل انسانی کا قائل ہے اور اس کا داعی ہے اور وہ اس کے برعکس اس اجتماعیت کو فروغ نہیں دیتا جو رنگ کی بنیاد پر استوار ہوتی ہے اور زبان کی اساس پر فروغ پاتی ہے جو نسل کے نام سے آگے بڑھتی ہے اور جو صرف وطن کی شناخت کے ساتھ متعارف ہوتی ہے۔ اس لیے یہ ساری چیزیں اجتماعیت کے باب میں وقتی اور مکانی مصلحت کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ دائمی اور آفاقی نہیں ہیں یہ انسان کے وسیع تر مفاد کے لیے مضر اور نقصان دہ ہیں۔

اسلام نے اجتماعیت کی بنیاد وحدت نسل انسانی کو ٹھہرایا ہے اور یہ اصول دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا)(8)

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہاری پیدائش (کی ابتداء) ایک جان سے کی پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا فرمایا پھر ان دونوں میں سے بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا، اور ڈرو اس اللہ سے جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتوں (میں بھی تقویٰ اختیار کرو)۔"

انسانوں کو خاندانوں اور قبیلوں میں تقسیم کیوں کیا اس حوالے سے ارشاد فرمایا:

(وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ)(9)

"اور تم کو مختلف قوموں اور خاندانوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو شناخت کرسکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔"

رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے وحدت نسل انسانی کی بنیاد فراہم کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی کلہمابناءآدموآدممنتراب-(10)

"کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ تم سب لوگ آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے ہیں۔"

اسی طرح اسلام نے اجتماعیت کی بنیاد وحدت فکر انسانی کو ہی ٹھہرایا ہے۔ اس حوالے سے ارشاد فرمایا:

(كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ)(11)

"ایک زمانہ تھا سب آدمی ایک ہی طریق پر تھے پھر اللہ تعالی نے پیغمبروں کو بھیجا جو کہ خوشی کے وعدے سناتے تھے اور ڈراتے تھے۔"

اسی طرح اسلام نے اجتماعیت کی بنیاد کا اصول اچھائی کے فروغ اور بدی کے انسداد کا ہی دیا ہے۔ اس لیے ارشاد فرمایا:

(كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ)(12)

"تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو۔"

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

(وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ)(13)

"نیکی اور تقوی میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو۔ گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔"

رسول اللہ ﷺ نے اجتماعیت کے فروغ کا اصول یہ دیا ہے کہ برائی کا خاتمہ کرو۔ حضرت ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ، فان لم یستطع فبلسانہ، فان لم یستطع فبقلبہ وذلک أضعف الایمان۔(14)

”جو تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو اس کو ہاتھ سے درست کردے اور اگر اس کی استطاعت نہ رکھے تو اپنی زبان سے اور اگر اس کی بھی استطاعت نہ رکھے تو اپنے دل سے اس کو برا جانے اور یہ کمزور ترین ایمان کی نشانی ہے۔“

خلاصہ کلام

اسلام نے اجتماعیت کے تصورات ہماری زندگی کے ہر گوشے اور ہر پہلو میں دیئے ہیں۔ باری تعالیٰ نے جب اپنے احکام اپنے بندوں کو دیے تو صیغہ جمع کے ساتھ حکم دیا۔ اقیموا الصلوۃ ”نماز قائم کرو“ واتوا الزکوۃ ”زکوۃ ادا کرو۔“ کتب علیکم الصیام، روزے تم پر فرض کیے گئے۔ قرآن حکیم میں باری تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جتنے احکام دیے ہیں۔ ان میں صیغہ جمع کے ساتھ مخاطب کیا ہے۔ یایھا الذین امنوا۔ اے ایمان لانے والو اور کبھی عام لوگوں مسلم اور غیر مسلم کو مخاطب کیا تو یایھا الناس کا صیغہ جمع استعمال کیا۔ ان کی رفعت اور عظمت کا معیار رنگ، نسل، زبان، وطن اور علاقہ نہیں رکھا بلکہ تقوی اور کردار کو انسانی عظمت کی علامت بنایا ہے اور ارشاد فرمایا:

إن أکرمکم عنداللھأتقکم۔

اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی کلھمأبناآدموآدممنتراب۔

اور مسلمانوں کو مخاطب کیا تو امۃً وسطۃ اور خیر امۃ صیغہ جمع سے مخاطب کیا۔ سب کو اچھائی کا حکم دیا اور برائی سے منع کیا۔ تعاونوا علی البرو التقوی ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان اور تمام لوگوں کو اجتماعی اصلاح کا حکم دیا ہے۔

علیکم أنفسکم لایضرکم من ضل إذا اھتدیتم

اور سب کو اجتماعی تصور دیا ہے کہ نیکی خود تمہاری اپنی ذات کے لیے ہے۔

إن أحسنتم أحسنتم لأنفسكم-

اور اجتماعیت کے تصور کو فروغ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ان کے ہر سطح کے اجتماعی معاملات باہمی مشاورت سے سرانجام پاتے ہیں۔ یہ مشاورت کا عمل ان کے گھروں دفتروں اور ان کی زندگی کے جملہ شعبوں اور ان کے قومی اداروں اور ان کی سلطنتوں اور ملکوں میں بھی پایا جاتا ہے۔وأمرهم شورى بينهم-

اور اجتماعیت کو زندگی میں اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: يدالله فوق الجماعة جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اجتماعیت میں خیر و برکت ہے اور اجتماعیت میں ہی اللہ کی مدد و نصرت شان فضل کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ اسلام کی عبادات میں بھی اجتماعیت کو غلبہ ہے۔ نماز بھی افضل باجماعت صورت میں ہے۔ روزے بھی مسلمانوں کے ساتھ ماہ رمضان میں ہیں۔ حج میں یوم عرفہ بھی اجتماع عظیم کا نام ہے اور مسلمانوں میں اجتماعیت کی اس سے بڑھ کر نا اور کوئی مثال نہیں ہو سکتی۔

اور سب سے بڑھ کر ہر دور میں معاشرے کی اصلاح اور قوم کی ترقی اور ملک و وطن کی سربلندی اور قومی اداروں کی رفعت و عظمت اور قوم کے عروج کا فلسفہ اجتماعیت میں رکھا گیا ہے۔ اس لیے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ألاكلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته-

"تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔"

باری تعالیٰ ہماری قوم کے ہر ہر فرد کو اسلام کے تصور اجتماعیت کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہر فرد کی اصلاح قوم کی اصلاح ہے۔ باری تعالی ان افکار قرآنی اور آثار نبوی کو ہمیں عملی طور پر اپنی زندگیوں میں اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

References:

1. Al baqarah, 2:38

2. Aal Imran, 3:103

3. Al rum, 21:30

4. Al furqaan, 25:54

5. Alnisa, 4:36

6. Al baqarah, 2:30

7. Saad, 38:26

8. Al nisaa, 4:1

9. Al hujuraat, 49:13

10. Musnad e Ahmad, 5:411

11. Al baqarah, 2:213

12. Aal e Imran, 3:110

13. Al maidah, 5:2

14.Muslim, Al-sahih, Hadith No.186